بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ✦ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ ربوہ

روزنامہ

الفضل

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

فون ۴۴۹

جلد ۳۸/۷۳ | پیر ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ ✦ ۲ شہادت ۱۳۶۳ ہش ✦ ۲ اپریل ۱۹۸۴ء | نمبر ۷۷

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۲ امان / مارچ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت کے بارہ میں آج صبح کی اطلاع مظہر ہے۔

"جسم میں درد اور کمزوری بہت زیادہ ہے"

احباب کرام خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضرت سیدہ ممدوحہ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ کی ۶۵ ویں مجلس مشاورت اپنی مخصوص روایات کے ساتھ شروع ہو گئی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے پُرسوز دعا اور خطاب سے افتتاح فرمایا

پہلے روز چار سب کمیٹیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا:

ربوہ ۳۰ امان / مارچ۔ جماعت احمدیہ کی پینسٹھویں مجلس مشاورت ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کے خالص دینی ماحول میں آج یہاں شام چار بجے ایوانِ محمود میں اپنی مخصوص روایات کے ساتھ شروع ہو گئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پرسوز اجتماعی دعا کے بعد اپنے مختصر خطاب سے مجلس مشاورت کا آغاز فرمایا۔ حضور نے اپنے خطاب میں احباب جماعت کو اولیاء اللہ بننے کی تلقین فرمائی کیونکہ یہی راستہ جماعت احمدیہ کی کامیابی کا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ٹھیک چار بجے ایوانِ محمود میں تشریف لائے اور تلاوت قرآن کریم سے مجلس مشاورت کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ قرآن کریم کی تلاوت مکرم ڈاکٹر حافظ مسعود احمد صاحب سرگودھا نے کی۔ بعد ازاں حضور نے دعا کرائی اور دعا کے بعد اپنے خطاب کا آغاز فرمایا۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ دنیا ایسے دور میں داخل ہو رہی ہے جہاں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور ان تبدیلیوں کا غلبۂ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر یہ تبدیلی خوشگوار ہو تب بھی اور اگر یہ ناگوار گزرے تب بھی یہ تبدیلی ہمارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مومنوں کے درمیان امتیاز پیدا کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب مشکل کا وقت آتا ہے تو وہ رُک جاتا ہے اور ڈر جاتا ہے۔ جبکہ مومن کسی بھی مشکل کے وقت نہ تو رکتا ہے اور نہ ہی اسے خدا کے سوا کبھی بھی کسی کا خوف ہو سکتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی اس تدبیر پر قوی بھروسہ رکھتا ہے جو دنیا بھر کے افراد کی تدابیر پر غالب آنے والی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ تم بے فکر ہو کر ہر روز اپنا قدم آگے ہی آگے بڑھاتے چلے جاؤ اپنے مقصد سے کبھی غافل نہ ہو تم اللہ تعالیٰ کے ولی یعنی دوست اور مددگار بن جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں کسی قسم کا خوف لاحق نہیں ہوگا۔

حضور نے دعا کی کہ خدا کرے کہ سب کے سب احباب جماعت، بچے، بڑے، بوڑھے مرد، عورتیں اولیاء اللہ بن جائیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ بننا ہمارے اپنے اختیار میں ہے جبکہ دنیا کے دیگر وسائل اور تدابیر ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ اس لئے ہم اولیاء اللہ بنیں گے، تبھی ہم دنیا کے خوف اور حزن سے نجات پا سکیں گے اور تبھی ہم ترقی کی راہ پر قدم مار سکیں گے۔

حضور کے خطاب کے بعد مجلس مشاورت کی باقی کارروائی شروع ہوئی۔ چنانچہ حضور کے ارشاد پر امیر جماعت احمدیہ ضلع کراچی مکرم چوہدری احمد مختار صاحب سٹیج پر آئے۔ اور کارروائی کو جاری رکھنے میں حضور کی معاونت کا شرف حاصل کیا۔

سب کمیٹیوں کی تشکیل:

مجلس مشاورت کے ایجنڈا میں امسال چھ تجاویز شامل ہیں۔ ان پر غور کرنے کے لئے چار سب کمیٹیاں بنائی گئیں۔ پہلی سب کمیٹی تجویز ۱ اور تجویز ۳ پر غور کرنے کے لئے بنائی گئی۔ اس کا صدر حضور ایدہ اللہ نے مکرم میر نور احمد صاحب تالپور کو اور سیکرٹری مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب کو مقرر فرمایا۔ دوسری سب کمیٹی تجویز ۲ یعنی سفارشات شوریٰ سٹینڈنگ کمیٹی نظارت بہشتی مقبرہ پر غور کرنے کے لئے بنائی گئی۔ حضور نے اس کمیٹی کا صدر مکرم ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب امیر ضلع ساہیوال کو سیکرٹری مکرم مولوی محمد بشیر شاد صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ کو مقرر فرمایا۔

تیسری سب کمیٹی تجویز ۴ یعنی بجٹ صدر انجمن احمدیہ پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوئی اس کا صدر حضور ایدہ اللہ نے مکرم ڈاکٹر محمد شفیق صاحب ملتان کو اور سیکرٹری مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ناظر بیت المال (آمد) کو اور ایڈیشنل سیکرٹری مکرم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال (خرچ) کو مقرر فرمایا۔

چوتھی سب کمیٹی کے سپرد تجویز ۵ اور ۶ یعنی بجٹ تحریک جدید اور بجٹ وقف جدید تھے۔ اس کا صدر حضور نے مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب طاہر کو اور سیکرٹری ۱ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال (اول) اور سیکرٹری ۲ مکرم مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب کو مقرر فرمایا۔

کمیٹیوں کے اراکین کے ناموں کے تعین کے بعد متعلقہ کمیٹیوں کے صدر یا سیکرٹری صاحبان کی طرف سے سب کمیٹیوں کے اجلاس کی جگہ اور وقت کے بارے میں بتایا گیا۔

اس مرحلے پر مجلس مشاورت کی پہلے روز کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

○

ربوہ ۳۰ امان / مارچ۔ آج یہاں مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ و عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جمع کر کے پڑھائی۔ اور نمازوں سے قبل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس میں احباب جماعت کو اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے علاوہ صد سالہ جوبلی فنڈ کی وصولی کی رفتار کو مزید تیز کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ آئندہ چار سال میں نہیں بلکہ ایک دو سال کے اندر اندر ہی یہ رقم پوری وصول ہو جانی چاہیئے۔

حضور نے فرمایا جماعت کی جو ذمہ داریاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور دن بدن کام میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اس کے پیش نظر ضروری ہے کہ نئے نئے واقفین آگے آئیں۔

حضور نے مختلف شعبوں میں کام کی زیادتی کا فرداً فرداً ذکر کیا اور فرمایا کہ جو لوگ کافی دنیا کما چکے ہیں اور اب ان کے پاس اتنا جمع ہو چکا ہے کہ باقی زندگی نہ بھی کمائیں تو ان کا بخوبی گزارہ ہو سکتا ہے وہ اب دنیا کمانا بس کریں اور دین کی خدمت کے لئے آگے آئیں اور رضا کارانہ طور پر وقف کریں تاہم جو اپنے آپ کو کلیتہً وقف نہ بھی کر سکتے ہوں ان کو جماعت اپنی استطاعت کے مطابق کچھ نہ کچھ گزارہ پیش کر سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ ہمیں ہر شعبے میں ماہرین فن کی ضرورت ہے کیونکہ اب جماعت احمدیہ کی قربانیوں کو پھل لگنے کا وقت آ رہا ہے اور پھلوں کو اکٹھا کرتے میں بھی سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ دنیا بھر کی قوموں کی بڑی کثرت سے احمدیت کی طرف توجہ ہو رہی ہے ان کی پکار کا جواب دینے کے لئے دنیا کی ہر قوم کے احمدیوں کو وقف کر کے خدمتِ دین کے لئے آگے آنا چاہیئے۔

دوسری بات حضور نے صد سالہ جوبلی کی وصولی کی رفتار کی طرف دلائی اور فرمایا کہ اگرچہ سال رواں میں گزشتہ برسوں کی نسبت اس کی وصولی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے لیکن ابھی تک مقررہ ٹارگٹ کی نسبت جماعت کافی پیچھے ہے۔ حضور نے فرمایا اس رقم سے جو کام ہونے ہیں (باقی صفحہ پر)

پبلشر: مسعود احمد۔ پرنٹر: سید عبدالحی۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ۔ مقام اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ۔ قیمت ۵۵ پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

۲ ہجرت ۱۳۶۳ ہش

اھذہ من قوی الانسان

(کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے؟)

اللہ تعالیٰ جب اصلاحِ خلق کی غرض سے اپنے کسی مامور کو مبعوث فرماتا ہے تو اُس کی صداقت کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے آسمانوں اور زمین پر اور خود لوگوں کے اپنے نفوس میں ایسے نشان ظاہر فرماتا ہے جو انسانی طاقتوں سے یکسر بالا ہوتے ہیں۔ یہ نشان اس حال میں ظاہر ہوتے ہیں کہ لوگ اس مامور من اللہ اور اُس کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوتے ہیں اور یہ دعوے کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ اس مدعی ماموریت اور اس کے مشن کو کالعدم کر کے رکھ دیں گے۔ مخالفت کے طوفانوں اور مخالفوں کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود سعید الفطرت لوگ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کردہ نشانوں سے متاثر ہو کر قبولِ حق کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح اہلِ حق کی تعداد میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اسی نسبت سے مخالفینِ حق کی تعداد گھٹ رہی ہوتی ہے۔

چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ظہور میں آئی اور کفارِ مکہ نے مخالفت کا طوفان کھڑا کر کے آنحضورؐ اور آنحضورؐ پر ایمان لانے والے معدودے چند غریب و مفلوک الحال لوگوں پر عرصۂ حیات تنگ کر چھوڑا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ بشارت دی کہ:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○

(حٰمٓ السجدہ آیت ۵۴)

ترجمہ:۔ ہم ان لوگوں (یعنی مخالفینِ حق) کو تمام اطرافِ عالم میں بھی ضرور اپنے نشان دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی یہاں تک کہ یہ امر ان کے لئے بالکل ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تیرے رب کا ہر چیز پر نگران ہونا ان کے لئے کافی نہیں؟

تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کے بموجب اہلِ مکہ کو نشان پر نشان دکھاتا چلا گیا۔ یہ نشان آفاق میں بھی ظاہر ہوئے، اہلِ مکہ کے اردگرد بھی اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی۔ ان نشانات کی رو سے کفارِ مکہ کی سب تدبیریں باطل ہوتی چلی گئیں اور حق رفتہ رفتہ غالب آتا چلا گیا اور حق کا یہ غلبہ اپنے کمال کو پہنچے بغیر نہ رہا۔

جب اس آخری زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امت کی اصلاح اور اسلام کو کل ادیان پر غالب کرنے کی غرض سے خود آپؐ ہی کے غلامِ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ظہور میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی صداقت کو آشکار کرنے کی غرض سے پے در پے نشانات ظاہر فرمائے یہ سب نشانات انسانی طاقت سے بالا تھے۔ یعنی یہ ایسے قدرتی نشانات تھے جنہیں ظاہر کرنے پر کوئی انسان قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ ان نشانات کا ظاہر کرنا بجز خدائے قادر و مقتدر کے اور کوئی ظاہر کر ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بارش کی طرح نازل ہونے والے ان نشانوں کو اپنی صداقت کے ثبوت میں بڑی تحدی سے پیش فرمایا۔ اپنی عربی تصنیف مواہب الرحمٰن میں آپ نے ان نشانوں کو سلسلہ وار درج فرما کر بار بار یہ امر ذہن نشین کرایا کہ یہ سب نشان انسانی طاقتوں سے بالا ہیں جنہیں خدائے قادر و عزیز نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے فرستادہ کی صداقت کو آشکار کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ چونکہ یہ بیان بہت تفصیلی ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں نمونۃً اس کا صرف ایک حصہ ہی ذیل مع اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

حضور اقدس نے پہلے یہ واضح فرمایا کہ امت نے افراط و تفریط کی راہیں اختیار کر لی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں از سرِ نو راہِ اعتدال پر گامزن کیا ہے اور ہماری صداقت کو زبردست نشانوں سے آشکار کر دکھایا ہے۔ اس کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کردہ نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فنحن أُمّةٌ وسطٌ أُخرِجتْ لِلنّاسِ۔ والزمان يتكلّم بحاله ان هذا هو المذهب الذى جاء وقت اقباله۔ وترون باعينكم كيف جَذَبْنا الزمانَ۔ وكيف فتحنا القلوبَ ولا سيف ولا سنانَ۔ اهذه من قوى الانسان۔ بل جذبةٌ من السماء فينجذب كل من له العينان۔ يُمسِى احد منكراً ويصبح وهو من اهل الايمان۔ اهذه من قوى الانسان۔ شهد القمران بالكسوف فى رمضان۔ اهذه من قوى الانسان وكُنت وحيداً فقيل سيجمع عليك فوج من الاعوان۔ كما قال الرحمان۔ اهذه من قوى الانسان۔ وسعى العدا كل السعى ليجيحونى من البنيان۔ فعكَسْنا وزدنا ورجعوا بالخيبة والخسران۔ اهذه من قوى الانسان۔ ومكر العدا كل مكر لإحبس او اقتل ويخلو لهم الميدان۔ فما كان مآل امرهم الا الخزلان والحرمان۔ اهذه من قوى الانسان۔ ونصرنى ربّى فى كل موطن واخزى اهل العدوان۔ اهذه من قوى الانسان .....

(مواهب الرحمٰن صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳)

ترجمہ:۔ پس ہم امتِ وسط ہیں جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور زمانہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہی مذہب ہے جس کے آنے کا وقت آ گیا اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ ہم نے کس طرح ایک زمانہ کو کھینچ لیا اور کس طرح دلوں کو فتح کر لیا بغیر تلوار اور نیزے استعمال کرنے کے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے بلکہ یہ تو آسمانی کشش ہے اور ہر ایک کھنچا آتا ہے جس کی آنکھیں ہیں۔ ایک شخص رات کو منکر سوتا ہے اور صبح کو اہلِ ایمان میں سے ہوتا ہے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ رمضان میں سورج اور چاند گرہن نے شہادت دی، کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور میں اکیلا تھا اور کہا گیا کہ تمہارے پاس مددگاروں کا گروہ جمع کر دیا جائے گا، پس اسی طرح ہوا جس طرح اس رحمٰن نے کہا تھا۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور دشمنوں نے پوری کوشش کی کہ مجھے بنیادوں سے اکھیڑ دیں لیکن ہم اونچے ہوئے اور بڑھے اور وہ ناکام اور خسارے کے ساتھ لوٹے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے اور دشمنوں نے انتہائی تدابیر کیں کہ میں قید کیا جاؤں یا

(باقی دیکھیں ص ۷ پر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ ذوقِ شاعری پر ایک نظر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

(مکرم محمود احمد اشرف صاحب ابن مکرم محمد شفیع اشرف صاحب ناظر امور عامہ ربوہ)

خالق کائنات نے اپنی لامحدود صفات کے اظہار کے لیے انسان کو تخلیق کیا تو تمام مخلوقات پر اس کی ایک فوقیت اس کا صاحبِ نطق ہونا ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ نے یہ چاہا کہ اشرف المخلوقات انسان اپنے جذبات و احساسات کا بطریقِ احسن اظہار کر سکے۔ سو اسے زبان اور قوتِ بیان عطا کی گئی۔ خلق الانسان علمہ البیان۔

گویا زبان بھی تمام انسانی قویٰ کی طرح دراصل صفاتِ الٰہیہ کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ وہ انسانِ کامل جو صفاتِ الٰہیہ کا ظلِّ کامل تھا اس کا نطق بھی کامل تھا۔ خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فصاحت و بلاغت بھی ختم تھی۔ دنیا کی سب سے فصیح و بلیغ زبان عربی میں آپ کا افصح و اعلم ہونا اپنی ذات میں ایک اعجاز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت یوں ہوتی جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ کی فصاحت و بلاغت اور دلنواز سخن ہی تھا۔ کہ کفارِ مکہ نے آپ کو اپنے ظرف کے مطابق جادوگر بھی کہا اور شاعر بھی۔ آپؐ کلام فرماتے تھے تو آپؐ کے لبوں سے پھول جھڑتے تھے یہ پھول وہ ہوتے تھے جو صفاتِ الٰہیہ کی خوشبو اپنے اندر رکھتے تھے۔ اور اصل کشش فصاحت و بلاغت میں نہ تھی بلکہ اس خوشبو میں تھی یہی آپؐ کے کلام کا سحر تھا اور یہی آپؐ کی "شاعری" تھی۔

لیکن کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر تھے ہرگز نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ بات آپؐ کی شان سے بہت بعید ہے۔ قرآن کریم ایسے شعراء اور ان کے متبعین کو جو ایمان اور اعمالِ صالحہ سے یکسر عاری ہوں۔ گمراہ قرار دیتا ہے۔ حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی شاعری کو ناپسند فرمایا۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت درج ہے کہ آنحضرتؐ نے ایمان کی خوشبو سے عاری اشعار کے متعلق فرمایا کہ کوئی شخص پیپ سے اپنا پیٹ بھرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے پیٹ بھرے۔

اس میں کیا شک ہے کہ شعر ایک بہترین پیرایہ اظہار ہے لیکن جب

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ

الشعراء ۲۲۵ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک جو شعراء صحابہؓ میں مشہور ہیں روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔ (فتح الباری)

آپ کی مراد یہی تھی کہ تمہارے شعر غلط اور بے ہودہ مقاصد کے لیے نہیں ہوتے اس لیے تم اس استثنا میں داخل ہو جو آیت کے آخر میں مذکور ہے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتدائی آیت میں مشرکین شعراء مراد ہیں۔

شاعری کی مذمت

دراصل مخلوقات میں سے کچھ بھی مطلقاً اچھا یا برا نہیں۔ یہ سب کچھ اضافی ہے۔ ہر شے کا استعمال اُسے اچھا یا برا بناتا ہے۔ سو یہی معاملہ شاعری کے ساتھ ہے۔ قرآن و حدیث میں جس شاعری کی مذمت کی گئی ہے وہ زمانہ جاہلیت کی شاعری تھی۔ عرب کی شاعری کے مضامین محض شراب و شباب جنگ و جدل اور نسلی فخر و غرور تھے جو جھوٹ، مبالغہ، بہتان ہجو، طعن اور دیگر خرافات سے لبریز تھے۔ نیکی اور بھلائی اس شاعری سے تقریباً معدوم تھی۔ دوسرے یہ کہ دنیوی شعراء کے یہاں بے مقصدیت عام ہے۔ اچھے اچھے شعراء اور ادیبوں کے کلام میں افکار کی ایسی بھول بھلیاں ہیں کہ ایک عقلیت پسند کا کسی طور گزارہ نہیں سفلی جذبات کی رَو میں بہتے ہوئے شاعر زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ اور بالآخر پڑھنے والا یہی نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ

ع۔ کھلا یہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں

بعض شعر حکمت ہوتے ہیں

لیکن جب شاعری کو ان تمام امور سے مبرّا رکھا جائے اور اس کا مقصد اچھی بات کو احسن رنگ میں بیان کرنا مقصود ہو تو ایسی شاعری کے بارے میں خود آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں۔

محمد بن الشرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے سو قافیہ تک اشعار سنے۔ (معارف القرآن جلد ششم ص۵۵۴ مصنفہ مفتی محمد شفیع صاحب)

حقیقت یہ ہے کہ بعض اوقات دنیوی شعراء کے ہاں بھی حکمت و دانائی کی بات ملتی ہے اور یہ شاید ایسے ہی ہے جیسے ایک فاسق شخص بھی سچی خواب دیکھ لیتا ہے۔ ایک مرتبہ امیہ بن ابی الصلت کا کلام سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

"اس کا شعر مومن ہے مگر اس کا دل کافر ہے"

قرطبی نے لکھا ہے۔

کہ ابو عمر نے فرمایا کہ اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہلِ علم اور اہلِ عمل میں سے کوئی بھی برا نہیں کہہ سکتا کیونکہ اکابر صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے شعر پڑھے سنے اور پسند نہ کیے ہوں۔

(معارف القرآن جلد ششم ص۵۵۵)

سو اس تمام بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں دشوار نہیں کہ شاعری بذاتِ خود اچھی یا بری نہیں بلکہ بیان کردہ بات اسے اچھا یا برا بناتی ہے۔ اور یہ بات شعر پر ہی موقوف نہیں بلکہ نثری کلام کے لیے بھی یقیناً یہی اصول کارفرما ہے۔ وہ شعر جو لغو بات پر مشتمل ہو قابلِ مذمت ہے لیکن جو شعر حکمت و دانائی پر مبنی ہو وہ مومن کی میراث ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام

اس نقطۂ نظر سے اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام کا اجمالی تذکرہ کریں گے اور ان موضوعات پر ایک نظر ڈالیں گے جن پر عموماً آپ نے لکھا۔ یوں اُن مقاصد کی نشان دہی کے علاوہ جو آپ کے پیشِ نظر تھے یہ بات بھی واضح ہو گی کہ حضور کا منظوم کلام کسطرح دنیوی شعراء کے کلام سے بالکل ہٹ کر ایک خاص روحانی عظمت اور شان کا حامل ہے۔ اور بقول حضرت اقدس واقعی۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کے ایک عظیم فتح نصیب جرنیل تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس جہاد میں صرف ہوا جو اسلام کو ادیانِ باطلہ پر غلبہ عطا کرنے کیلئے آپ کرتے رہے پیشگوئیوں کے مطابق آپ کا جہاد قلمی اور لسانی تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اس جہاد میں کفر پر ہر جانب اور ہر پہلو سے حملہ آور ہوا جائے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم کے وہ تمام جوہر دکھائے اور ہر وہ طریق اختیار کیا جس سے عظمتِ الٰہی کا اظہار ہو سکے، شانِ مصطفیٰؐ جلوہ گر ہو اور اسلام کو ادیانِ عالم پر غلبہ نصیب ہو۔ آپ نے جہاں عظیم الشان تصانیف، اشتہارات، خطوط اور ملفوظات کے ذریعہ نثر کی صورت میں اسلام کے لیے جنگ لڑی وہاں اس کے ساتھ ساتھ آپ کا منظوم کلام بھی ایک عظیم الشان مرتبہ کا حامل ہے۔ لیکن یاد رہے کہ دراصل آپ کے کلام کی عظمت فقط ظاہری فصاحت و بلاغت کی مرہون نہیں بلکہ اس کی عظمت کا راز خواہ یہ نظم ہو یا نثر حسن و صداقت کے اُس ابدی سرچشمہ میں پوشیدہ ہے جو آپ کے لفظ لفظ سے پھوٹ رہا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جس زمانہ میں مبعوث ہوئے برصغیر میں اُس وقت شعر و ادب کا بڑا چرچا تھا۔ عوام الناس سے لے کر بادشاہوں تک شاعری اور شعراء کی رسائی تھی۔ سو یہ بھی ایک الٰہی حکمت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منظوم کلام کے ذریعہ بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تاکہ طبائع کے اس قدرتی میدان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چنانچہ اب بھی جہاں دوسری محفلوں میں لغو گیتوں کا چرچا ہے وہاں ہماری ہر محفل میں نہایت پاکیزہ اور بامقصد نظمیں پڑھی جاتی ہیں جو تسکینِ ذوق کے علاوہ حق و صداقت کے اظہار کا بھی ایک نہایت حسین طریق ہے۔ اور ایسے ایسے دقیق مسائل جو عام نثر کے ذریعہ کئی لوگوں کی سمجھ میں آنا مشکل ہیں وہ بعض اوقات حضور کے ایک مصرعہ سے دل و دماغ میں راسخ ہو جاتے ہیں۔

اولین خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اولین خصوصیت جو اس کلام کو ہر دوسرے دنیوی کلام سے ممتاز اور نمایاں کرتی ہے وہ اسکی اعلیٰ درجہ کی مقصدیت ہے ۔ آپ کا منظوم کلام بعینہٖ ان عظیم الشان مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے جن کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی۔

شعراء کے ہاں فقط کیفیت کا اظہار پیشِ نظر ہوا کرتا ہے ۔ انہیں اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ کوئی کیا سمجھے گا ۔ جو جنوں میں اگر چاہا کہدیا اور پھر بقول غالب

"کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"

پھر شعراء سے یہ اُمید رکھنا کہ انکے قول و فعل میں ہم آہنگی ہو ہمیشہ عبث رہا ہے ۔ ان کا عمل ان کے قول سے بہت پیچھے حالتِ عدم میں ہوا کرتا ہے ۔ لیکن حضور کے کلام کا عجیب ہی رنگ ہے ۔ آپ کا عمل آپ کے قول سے بہت آگے تھا ۔ ایک مرتبہ اقبال سے پوچھا گیا کہ آپ نے خود نمونہ عمل پیش نہیں کیا تو اقبال نے جواب دیا کہ :۔

"دنیا میں جلیل القدر انبیاء کے سوا اور کوئی مثال نہیں کہ کسی شخص نے خود ہی کوئی اصولی نظریہ قائم کیا ہو اور خود ہی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو"

(ذکر اقبال ص ۲۵۸ مصنفہ مولانا عبدالمجید سالک)

اقبال کا یہ کہنا درست ہے ۔ قول و فعل میں مکمل ہم آہنگی بلاشبہ انبیاء یا اولیاء ہی کا درجہ ہوا کرتا ہے ۔ حضور کا نثری کلام ہو یا منظوم کلام عربی میں ہو یا اردو اور فارسی میں ہو ہر جگہ جو کچھ آپ نے کہا وہ بالکل وہی تھا جو آپ عمر بھر اپنے عمل سے ثابت کرتے رہے ۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اپنے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں تمام قوموں اور تمام مذاہب کے لیے لہٰذا آپ کے مقاصد بھی آفاقی تھے ۔ اور اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ شاعری بذاتِ خود آپ کا کوئی مقصد تھا چنانچہ حضور کا ایک شعر ملاحظہ ہو ۔

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

حضور نے اس نظم بعنوان

"شانِ اسلام اور آریہ مذہب" کے اس شعر کے حاشیہ میں فرمایا :۔

"جندے مراد اس جگہ قفل ہے ۔ چونکہ اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ ہی میں یہ نام اپنے لیے پسند کرتا ہوں اس لیے بعض جگہ میں نے پنجابی الفاظ استعمال کیے ہیں اور ہمیں صرف اردو سے کچھ غرض نہیں اصل مطلب امرِ حق کو دلوں میں ڈالنا ہے ۔ شاعری سے کچھ تعلق نہیں"

آئیے دیکھیں کہ یہ امرِ حق کیا تھا ۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیشِ نظر کیا کیا عظیم الشان مقاصد تھے ۔ اور آپ کا منظوم کلام کس طور سے ان مقاصد کی تکمیل کا موجب ہے ۔

مناجات الٰہی

حضور کے منظوم کلام کے مختلف رنگ ہیں لیکن ان میں سب سے پیارا اور غالب رنگ تعلق باللہ کا ابدی رنگ ہے ۔ آپ فانی فی اللہ تھے ۔ خالقِ حقیقی کا پیار اور اس کی معرفت آپ کے رگ و ریشہ میں نہاں تھی ۔ آپ کے منظوم کلام کا بیشتر حصہ مالکِ حقیقی کے حضور نہایت درجہ رقت آمیز مناجات پر مشتمل ہے عملی زندگی میں یہ محبت کس طرح آپ کے وجود میں نظر آتی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ نوجوانی کے ایام میں آپ کے والد نے آپ سے کسی ملازمت کے سلسلہ میں بات کی تو آپ نے کمال توکل علی اللہ اور یقین سے فرمایا :۔

"میری نوکری کی فکر نہ کریں میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں"

(سیرت المہدی جلد اوّل)

حضور فرماتے ہیں :۔

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
اے فدا ہو تیری راہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے رات کی تنہائیوں میں کوئی فانی فی اللہ اپنے پیارے خدا سے لو لگا رہا ہے ۔ وہی اس کا محورِ حیات ہے وہی اُس کی جاں وہی جاں کی پناہ ہے ۔ اس کا فراق اسے لمحہ بھر کو بھی نہیں گوارا ۔

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

محبتِ الٰہی میں ایسی سچائی ، گہرائی ، حسن اور بے ساختگی ہے کہ پڑھنے والا لطف کی ایک نئی دنیا میں کھو جاتا ہے ۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا ۔
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا ۔

پھر فرماتے ہیں :۔

دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
مشتِ غبار اپنا تیرے لیے اُڑایا
جب سے سنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے ۔

عشقِ الٰہی کے یہ خزینے آپ اپنے تک ہی محدود نہ رکھنا چاہتے تھے بلکہ آپ کے دل کی شدید تڑپ تھی کہ تمام بنی نوع انسان اپنے خالق و مالک سے پیار کرنے لگے ۔

آپ فرماتے ہیں :۔

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

مخلوق کو اپنے خالق سے ملا دینا ہی درحقیقت آپ کی بعثت کا مقصدِ اوّل تھا ۔ اس کے حصول کے لیے آپ نے تمام عمر بسر کی ۔ قادر و توانا خدا کی عظمت و جبروت کو آپ نے دلوں میں بٹھایا ۔ اس کا پیار دلوں میں اُجاگر کیا ۔ اس کی معرفت کے حصول کے عملی ذرائع سے دنیا کو آگاہ کیا ۔ ہر وہ مادی چیز جو خشیتِ الٰہی میں روک بن سکتی ہے ۔ اس کی بے ثباتی سے دنیا کو آگاہ کیا ۔ فرماتے ہیں ۔

اس رخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدعا
جنت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا
اے حبِ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفس و نی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب نبوتِ خدائی نشاں سے ہے
پردہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اس سے مل کر دل کو اسی سے ملاتے ہیں
کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوب یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیے فنا
ترکِ رضائے خویش پہ معرضِ خدا

عشقِ رسول

حضرت مسیح موعود علیہ السلام محبت الٰہی کے بعد اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار تھے ۔ ایک مرتبہ حضور اکیلے مسجد مبارک میں ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جاتی تھی ۔ ایک دوست نے باہر سے آکر حضور کو اس طرح روتے دیکھا تو گھبرا کر عرض کی حضرت کیا معاملہ ہے ۔ حضور نے فرمایا میں حسان بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ "کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا"

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

حضور کے منظوم کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر کہے ہوئے اشعار کی کمی نہیں مگر آپ کے دل میں عشقِ رسول کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہار محبت کے موقع پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری زبان سے نکلتے ۔ حضور کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام
دل کو یہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
تیرے خانہ جو اک مرجعِ عالم دیکھا
خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے جمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

پھر حضور اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

یہ شعر یقیناً نعت کے عظیم ترین اشعار میں سے ہے اور بلاشبہ صرف اسی دل سے نکل سکتا ہے جو خود عشقِ مصطفےٰؐ کے گہرے سمندر میں ڈوب چکا ہو ۔ اور اس کے لیے صداقتِ رسول اور عظمتِ مصطفےٰؐ کا دلیل فقط عشقِ رسول ہی ہو ۔

اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آپ نے سترہ بلند پایہ اشعار پر مشتمل ایک عربی قصیدہ تحریر فرمایا جس کے ہر شعر سے بے پناہ محبت جھلکتی ہے قصیدہ کے آخری شعر میں آپ فرماتے ہیں

جسمی یطیر الیک من شوقٍ علا
یالیت کانت قوۃ الطیران

یعنی اے میرے پیارے آقا میرا جسم آپ کی طرف اڑنے کے لیے بیقرار ہے ۔ اے کاش کہ اس میں قوتِ پرواز ہوتی اور یہ اُڑ کر تیرے قدموں میں پہنچ جاتا ۔

(باقی)

ناظمین اطفال متوجہ ہوں

ہفتہ وصولی منائیں جس میں پہلی سہ ماہی کی وصولی مکمل کر کے مرکز کو بھجوائیں ۔

نیز دوسری سہ ماہی کی تدریجی وصولی کی طرف توجہ دیں ۔ جزاکم اللہ

(سیکرٹری مال اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میرے ابا جان

حضرت سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدرآبادی کا ذکرِ خیر

نوٹ یہ مضمون مکرم محمد اکرم صاحب مرحوم ابن حضرت سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدرآبادی مرحوم نے اپنی وفات سے چند دن قبل تحریر کیا تھا۔ مرحوم اس مضمون کی اشاعت سے پہلے ہی اچانک وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شب فرقت فلک کی ان کشادہ شاہراہوں پر
چمکتے ہیں مہ و انجم تو تم کیوں یاد آتے ہو

"اس رات میری دنیا یکسر بدل گئی۔ میرے دل کا زخم پھر کسی طرح بھی مندمل نہ ہو سکا۔"

یہ تھے وہ جذبات جو امریکہ کے مشہور جنرل میک آرتھر نے اپنے والد کی وفات پر ایک لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد کہے تھے۔

میرے پیارے ابا جان، سیٹھ محمد اعظم صاحب کی وفات پر بھی دس سال کا طول طویل عرصہ بیت چکا ہے لیکن میرے دل کا زخم بھی نہ مندمل ہوا ــــ اور نہ ہو سکے گا۔ اس رات میری دنیا بھی بالکل بدل گئی تھی۔

ایک مختصر سی علالت کے بعد ۱۶ر مارچ ۱۹۷۴ء کو میرے پیارے ابا جان، ہم سب کو چھوڑ کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان کی علالت کے دوران میری بہن امۃ الحلیم، میری بیگم طیبہ اور میرا معمول تھا کہ ہم ساری رات ان کے سرہانے بیٹھے رہتے۔ مبادا ان کے لگی ہوئی گلوکوز ڈرپ نکل نہ جائے۔ کسی چیز کی انہیں ضرورت محسوس ہو اور ہم فوری طور پر پوری نہ کر سکیں۔ ان کی آخری رات میں نے اپنی بہن اور بیگم کو یہ کہہ کر سو جانے پر مجبور کیا کہ میں دو تین گھنٹوں بعد انہیں جگا کر خود سو جاؤں گا۔ رات دس بجے کے قریب نیند آور دوائی کا انجکشن لگا کر ابا جان کو سلا دیا گیا تھا۔ دو بجے ابا جان جاگے۔ سرہانے میری طرف صرف اور صرف ایک لمحے کے لئے نظر کی اور پھر آنکھ بند کر کے مولائے حقیقی کے در پہ حاضری کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ زندگی بھر مجھے وہ نظر نہیں بھولے گی۔ اس ایک نظر میں کیسے کیسے جذبات پنہاں تھے کیا کیا پیام تھے نہ میری زبان کو یارا ہے کہ بتلائے نہ میرے قلم میں طاقت کہ صفحۂ قرطاس پر بکھیرے۔

یوں تو یہ ساری زندگی ہی ایک نہ ختم ہونے والی آزمائش ہے لیکن میری دانست میں سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ انسان عیش و عشرت، ناز و نعم، آسودگی و خوشحالی میں لمبا عرصہ گزارنے کے بعد تنگدستی کا شکار ہو جائے۔ اس آزمائش میں جو پورا اترے اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ میرے ابا جان کی زندگی کا بہترین حصہ اس حال میں گزرا کہ گھر میں درجن سے زائد ملازم تھے۔ اس زمانے میں سارے ہندوستان میں ان مسلمانوں کی تعداد جن کے پاس کار ہو اتنی ہی ہو گی کہ انگلیوں پر گنی جا سکے لیکن میرے دادا جان سیٹھ محمد غوث صاحب کے گھر تین تین کاریں بمعہ شوفر تھیں۔ امتدادِ زمانہ کے باعث ۱۹۶۳ء میں میرے ابا جان اور چچا جان سیٹھ محمد معین الدین صاحب اپنی فیملیوں کے ساتھ ہجرت کر کے حیدرآباد دکن سے پاکستان اس حال میں آئے کہ انہیں علم نہ تھا کہ گزر اوقات کی صورت کیا ہو گی، ذریعہ معاش کیا ہو گا۔ ابا جان کے ان دو ادوار میں زمین و آسمان کا فرق کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مشکلات کے اس سارے دور میں ان کی زبان سے ایک کلمہ بھی کبھی ایسا نہ نکلا جس سے اپنے اللہ سے شکایت یا شکوہ کی بو تک آئی ہو۔ صبر و شکر کا انہوں نے ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہی پیش کر سکتے ہیں۔

میرے ابا جان پر دو بہت بڑے ابتلاء آئے لیکن ان ابتلاؤں میں بھی ان کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔ یہ ابتلاء بھی ان کے ایمان و ایقان کی دولت میں اضافہ ہی کا باعث بنے۔ ابا جان نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ ناکردہ گناہوں کی سزا اس جہان میں مل جائے تو سمجھو کہ کردہ گناہوں کی سزا آخرت میں غفور و کریم خدا نے بخش دی۔ اے غفور و رحیم خدا، میرے ابا جان کو اعلیٰ علیین میں اپنے قرب میں جگہ عطا فرما۔ آمین یا سمیع الدعا۔

ابا جان احمدیت کے شیدائی تھے۔ خدمت جماعت کو عین سعادت سمجھتے۔ ایسی سعادت جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی شفقت و مہربانی سے ودیعت ہوتی ہے۔ اس میں انسان کی اپنی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

میرے دادا جان جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کے سیکرٹری مال تھے۔ شروع شروع میں ابا جان ان کی مصروفیات کی بنا پر دادا جان کی مدد فرمایا کرتے اور جب دادا جان کی صحت خراب رہنے لگی تو یہ خدمت ابا جان کو تفویض ہوئی۔ برس ہا برس تک ابا جان نے یہ ذمہ داری نہایت ہی خوش اسلوبی سے نباہی۔ اپنے خرچ پر شہر کے کونے کونے میں جا کر چندہ جات وصول فرماتے، ہر جمعہ کو خطبہ کے بعد مؤثر رنگ میں تقریر کر کے احباب جماعت کو چندہ جات کی بروقت ادائیگی کی ضرورت اور اہمیت سمجھاتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ابا جان کی کاوشوں کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن ان جماعتوں میں سے رہی جو وعدہ جات کی صد فی صد ادائیگی کیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ مکرم و محترم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپکے ابا جان، سیٹھ صاحب مرحوم چندہ جات کا حساب کتاب جس قدر اعلیٰ رنگ میں رکھا کرتے تھے وہ معیار میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ آپ لوگوں کے وسیع کاروبار کا حساب منشی حضرات لکھا کرتے تھے۔ سیٹھ صاحب جماعتی چندوں کا حساب منشی سے لکھا سکتے تھے لیکن یہ کام وہ ہمیشہ خود ہی کیا کرتے تھے۔ ابا جان کی طبیعت میں اس قدر نفاست پسندی تھی کہ اس کام کے لئے ہمیشہ ایک ہی قلم اور ایک ہی قسم کی روشنائی استعمال کرتے تھے۔ کہیں بھی غلطی یا دوہری لکھائی نہ ہوتی۔ خوش خطی کا بہت ہی اعلیٰ معیار ہوتا۔ ہر شخص جس وقت چاہے ان کے رجسٹر میں دیکھ سکتا کہ اس ماہ تک اس نے کتنا چندہ دیا اور کتنا بقایا رہتا ہے۔

چندے کی رقوم وہ ایک ڈبہ میں جمع کیا کرتے اور بعد میں مرکز سلسلہ کو بھیج دیتے۔ ان کا دستور تھا کہ اگر کسی شخص کو اس کی دی ہوئی چندہ کی رقم سے کچھ رقم واپس کرنی ہوتی تو پہلے اس کی دی ہوئی رقم اس ڈبہ میں ڈالتے اور بعد میں اس کی بقیہ رقم اس ڈبہ میں سے نکالتے۔ ابا جان فرماتے تھے کہ میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ ایک لحظہ کے لئے بھی جمع شدہ چندے کی رقم میں "کمی" نہ آئے۔

حیدرآباد دکن کی جماعت کے ایک متمول بزرگ فدا حسن خاں صاحب نے ابا جان کی متواتر تحریک پر اپنی جائیداد کے ایک حصہ کی وصیت کی۔ پھر ابا جان کے اصرار پر بزرگوار نے وصیت کردہ حصہ جائیداد میں اضافہ کیا۔ جب یہ ہو گیا تو ابا جان بار بار ان سے عرض کرتے کہ آپ کے تمام عزیز و اقربا غیر احمدی ہیں، آپ کی وفات کے بعد بہت سارے جھگڑے پڑیں گے اس لئے آپ اپنی زندگی ہی میں جائیداد کا یہ حصہ جماعت احمدیہ کو عطا کر دیں۔ چنانچہ ابا جان کے پیہم اصرار پر انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کے غیر از جماعت عزیزوں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ برس ہا برس مقدمے چلتے رہے اور میرے ابا جان اپنے کاروبار کا حرج کرتے ہوئے بھی ان مقدمات کی پیروی کرتے، وکیلوں سے مشورہ کرتے، حتیٰ کہ ربوہ سے بھی خطوط کے ذریعہ حیدرآباد دکن کی جماعت کے عہدہ داروں کو ہدایات دیتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور ابا جان کی انتھک محنت سے مقدمہ کا فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا۔ مجھے بتلایا گیا کہ آج اس جائیداد سے جماعت کو ہزاروں روپیہ ماہانہ آمدنی ہوتی ہے۔ الحمد للہ۔

غربا پروری، خصوصاً جماعت احمدیہ کے مخلص اور غریب افراد کی امداد کرنا، جماعت کے مرکز کو اور مخیر حضرات کو بھی تحریک کر کے مستحق افراد کے لئے وظیفے مقرر کروانا میرے ابا جان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کے اعلیٰ اخلاق کا یہ روشن وصف ان کے اس دور میں بھی جب کہ وہ خود مستحقین کی امداد نہ کر سکتے تھے ویسے ہی درخشندہ جاری و ساری رہا۔ زمانۂ قیام ربوہ میں کئی ایک ہونہار طلباء کے لئے آپ نے مخیر حضرات کو تحریک کر کے وظائف جاری کروائے۔ ان کی وفات کے بعد، ربوہ کے کئی ایک حضرات کے بتلانے پر معلوم ہوا کہ ابا جان کئی ایک بیوگان کی خبر گیری فرمایا کرتے، غرباء کی روزمرہ کی ضروریات، ادویات وغیرہ بازار سے لا دیتے۔

میرے ابا جان کی ان خصوصیات کو دیکھتے ہوئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کاموں میں غیر معمولی دلچسپی و انہماک کے مدنظر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ "جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کا نام سیٹھ محمد اعظم اور سیٹھ محمد معین الدین سے ہے۔"

ایک مرتبہ ابا جان، مکرمی و محترمی چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے ملاقات کی غرض سے ان کے ربوہ کے مکان گئے۔ جب ملاقات کے بعد ابا جان واپس آنے لگے تو چوہدری صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موصوف انہیں رخصت کرنے کے لئے کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابا جان نے مکرم و محترم چوہدری صاحب سے درخواست کی کہ آپ تشریف رکھیں میں چلا جاؤں گا۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مہمان کو دروازے تک جا کر رخصت کرو۔ جب برآمدہ کا دروازہ آیا تو ابا جان نے پھر کہا کہ اب تو دروازہ آگیا ہے آپ آرام فرمائیں۔ میرے قابل صد احترام بزرگ (اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں بے حد بیحد برکت ڈالے۔ آمین) نے فرمایا۔

"سیٹھ صاحب آپ کا مقام اسقدر بلند ہے کہ آپ کے لئے یہ دروازہ وہ دروازہ نہیں جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے۔"

چنانچہ بزرگوارم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سخت سردی میں، گھر کے گیٹ تک تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ابا جان کو رخصت کیا۔

احمدیت سے عشق کے بعد میرے ابا جان کے اوصاف حمیدہ میں، راقم کی نظر میں دوسرے نمبر پر جو بات آئی ہے وہ ہے خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کے افراد سے والہانہ لگاؤ اور اُلفت۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے ہم ناچیز افرادِ خاندانِ سیٹھ محمد غوث صاحب (میرے دادا جان) پر کہ افرادِ خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ہم خدام کو اپنے عزیزوں کا درجہ اور ان جیسا پیار دیا اور دے رہے ہیں۔ تمام افراد خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ میرے ابا جان کو "بڑے بھائی" کہا کرتے اور میری امی کو "بڑی بھابی" کے پیارے رشتہ سے یاد فرماتے ہیں۔

حضرت آپا جانؓ محترمہ ام طاہر صاحبہ نور اللہ مرقدہا اپنی وفات سے قبل کئی ماہ علیل رہیں، ان کا علاج قادیان میں بھی اور لاہور میں بھی ہوتا رہا۔ میرے ابا جان نے اس تمام عرصہ میں قادیان اور لاہور میں قیام کیا اُسی طرح جس طرح ایک "بڑے بھائی" کو اپنی انتہائی مشفق و مہربان بہن کی بیماری میں کرنا چاہیئے۔ اپنے کاروبار میں حرج، بیوی بچوں سے لمبے عرصہ کے لئے جدائی کی انہیں بالکل پرواہ نہ تھی کیونکہ حضرت آپا جانؓ جیسی عظیم و پیاری ہستی کی خدمت کی سعادت حاصل کر کے انہوں نے جو قیمتی خزانہ پایا اسکے مقابل وہ ہیچ تھیں۔ میرے ابا جان کے اس فعل کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خطبہ میں "ایک پیارا فعل" قرار دیا تھا۔ الحمد للہ۔

۱۹۵۰ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے میں بھی ابا جان کے ہمراہ حیدر آباد دکن سے قادیان گیا تھا۔ پاکستان سے محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب تشریف لے گئے تھے۔ جلسہ کے اختتام پر، پاکستان سے آئے ہوئے قافلہ کی روانگی کا منظر بڑا ہی رقت آمیز تھا۔ ایک بس کے دروازہ پر صاحبزادہ صاحب کھڑے مجھ سے اور ابا جان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ جب بس چلنے لگی تو ابا جان نے صاحبزادہ صاحب کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، ہاتھ چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ابا جان کافی دور تک بھاگتے گئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ ابا جان کسی حادثہ کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس واقعہ کو ۳۳ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر میرے ذہن میں اس کی یاد ایسے تازہ ہے گویا یہ کل کا واقعہ ہے کیونکہ ابا جان کے اس فعل کے پیچھے جو سچے جذبات اُلفت کارفرما تھے ان کی گہرائی مجھے ایک افسانوی چیز لگی تھی۔

بارہ تیرہ سال قبل پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب، انڈسٹریل ٹور پر تعلیم الاسلام کالج کے چند طلباء کے ساتھ داؤد خیل تشریف لائے۔ میں اس وقت وہیں پر ملازم تھا۔ حسب توفیق میں نے مہمان نوازی کے فرائض ادا کئے۔ واپسی پر پروفیسر صاحب نے فرمایا "اکرم، حضرت مصلح موعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے ابا جان اور دیگر افرادِ خاندان کی آنکھوں سے محبت ٹپکتی ہے۔ آج میں نے تمہاری آنکھوں میں اس کی جھلک دیکھی ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے کئی مرتبہ اپنے خطبات میں میرے ابا جان کی خدمات سلسلہ احمدیہ کی تعریف فرمائی اور اپنے ہی خاندان کے افراد میں شمار کیا۔ الحمد للہ۔

اپنے چچا سیٹھ محمد معین الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے، ان کے دونوں بیٹوں محی الدین سلمہ اور بشیر الدین سلمہ کے ساتھ اس خاکسار کو بھی شرف ملاقات عطا کیا اور تقریباً آدھ گھنٹے تک میرے ابا جان اور میرے چچا جان کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر فرماتے رہے۔ جب آپ نے فرمایا WE WERE CHUMS (ہم بہت گہرے دوست تھے) تو جذبات تشکر و امتنان سے میرا دل بھر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل و کرم سے اپنے برگزیدہ خلیفہ کے دل میں میرے ابا جان اور میرے چچا جان کے لئے ایسا اعلیٰ مقام رکھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورۂ کینیڈا میں میرے چھوٹے بھائی محمد انور سلمہ نے شرف ملاقات حاصل کر کے اپنا تعارف کرایا تو حضور نے فرمایا۔

"تو تم ہمارے بیٹھ بھائی کے بیٹے ہو۔"

ابا جان باقاعدگی کے ساتھ ہر سال جلسہ سالانہ میں شرکت کی غرض سے قادیان تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں حضرت آپا جانؓ ام طاہر کے گھر مہمانی کا شرف حاصل کرتے۔ وہ بے انتہاء پیارا گھر، مہمان نوازی کا اعلیٰ نمونہ، ہم خدام سے انتہائی مشفقانہ سلوک، یادوں کا انمول خزانہ ہے۔ میں اس وقت بہت کم عمر تھا مگر آج بھی ۴۰-۳۵ سال قبل کے وہ سنہری ایام مجھے بالکل نہیں بھولے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع (اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں بے حد بے حد برکت ڈالے آمین یا قدیر یا کریم) اور میرے ابا جان کی عمروں میں اتنے زیادہ فرق کے باوجود، ان کے درمیان جو دلچسپ، پر لطف اور پُر مزاح باتیں ہوتیں وہ مجھے آج بھی رٹے ہوئے سبق کی طرح یاد ہیں۔ ہمارے انتہائی پیارے امام کو بھی وہ دن یاد ہیں جن کی بنا وہم خدام کو بھی انتہائی شفقت و مہربانی سے یاد فرماتے ہیں۔ خلافت کی عظیم ذمہ داریوں اور اپنی انتہاء سے زیادہ بڑھی ہوئی مصروفیت کے باوجود، میرے پیارے آقا نے بہ کمال ذرہ نوازی میری امی جان کو بیسیوں خطوط اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے۔ "میری پیاری بڑی بھابی" کے القاب سے یاد فرماتے ہیں۔ ایک خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ "مجھے اپنے بڑے بھائی کے بچوں سے پیار ہے"۔ ایک دوسرے خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ۔

"آپ کے اور میرے پیارے اکرم کے گھر جو خوشی کی کرن نمودار ہوئی ہے ..... الحمد للہ علیٰ ذالک۔"

حسب توفیق الٰہی ابا جان نے جو دولت کمائی تھی اس میں سے ہم ان کے بچوں کو بھی حصہ مل رہا ہے۔ ایاز اپنی قسمت پر ہزار فخر کرے لیکن ہے یہ سارے کا سارا مظہر محمود کے انتہائی اعلیٰ خلق اور ذرہ نوازی پر

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اللہ تعالیٰ نے میرے ابا جان کو بیحد پیارا دل عطا کیا تھا جس میں محبت و الفت انس و چاہ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ اپنی بہنوں سے، اپنے بھائیوں سے انہیں عشق تھا، ان کی چھوٹی سی تکلیف پر بھی ابا جان کی آنکھیں چھلک پڑتیں۔ ایک عید کی نماز پڑھ کر ابا جان گھر واپس تشریف لائے اور باتوں باتوں میں رو پڑے کہ آج میرے بھائی (محمد معین الدین صاحب) نے پرانی شیروانی پہن کر عید منائی۔

اپنے جگر گوشوں سے کسے پیار نہیں ہوتا لیکن میرے ابا جان اپنے تمام بچوں سے مثالی محبت فرمایا کرتے تھے۔ میں اپنی قسمت پر جس قدر ناز کروں کم ہے کہ میرے بے انتہا پیارے ابا جان کو مجھ سے جو پیار تھا وہ اس جہان کی شئے نہ تھی۔ جب کبھی میں ان سے ملنے ربوہ آتا تو خوشی کے مارے آنسو نکل آتے، بے اختیار گلے لگا لیتے اور بار بار چومتے۔ مجھے اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ آدھی آدھی رات دنیا جہان کی ہم میں باتیں ہوتیں۔ امی کہتیں بھی کہ اکرم کو اب سونے دیں سفر کی تکان ہو گی لیکن نہ ابا جان کا دل بھرتا نہ میرا۔

تعلیم مکمل کرنے کے معاً بعد ۱۹۶۰ء میں میں بغرض ملازمت سعودی عرب گیا اور وہاں تقریباً سوا دو سال رہا۔ بمبئی سے سعودی عرب ہفتہ میں دو پروازیں ہوا کرتی تھیں اس لئے ڈاک ہفتہ میں صرف دو مرتبہ انڈیا سے آیا کرتی۔ اس سارے عرصہ میں کوئی ایک بھی ہفتہ ایسا نہیں گزرا جس میں مجھے ابا جان کے دو خط نہ ملے ہوں۔ خطوط میں اپنے جذبات محبت کا اظہار ہوتا، نصائح ہوتیں، مجھے تسکین و تشفی دلاتے کہ مجھے تنہائی کم محسوس ہو۔ گھر کے روز و شب کا ذکر ہوتا تاکہ میں محسوس کروں میں گھر سے دور نہیں، غرضیکہ یہ محبت نامے تفصیلی ہوتے۔ کم از کم اس معاملہ میں میں نے ان کی تقلید کی تھی اور میں نے بھی اس سارے عرصہ میں ہفتہ میں دو بار جوابی خط لکھے تھے۔

۱۹۶۷ء میں بغرض تعلیم، میں لف برو یونیورسٹی انگلستان گیا تھا۔ اس دوران بھی ابا جان بے حد باقاعدگی سے مجھے خط لکھا کرتے اپنے قیمتی مشوروں اور نصائح سے نوازتے۔ ایک خط انہوں نے اس شعر سے شروع کیا تھا۔

شب فرقت فلک کی ان کشادہ شاہراہوں پر
چمکتے ہیں مہ و انجم تو تم کیوں یاد آتے ہو

اس شعر کی موزونیت، لذت کے بارے میں شاید ہی دو رائیں ہو سکیں لیکن یہ شعر پڑھکر میرے دل نے جو خوشی پائی اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

ان کی وفات سے تین ماہ قبل ہم سب بھائی بہن ان کے گھر ربوہ میں جمع ہوئے تھے۔ میں نے جتنا خوش انہیں ان چند دنوں میں دیکھا تھا مجھے یاد نہیں کہ وہ اتنے خوش کبھی اور ہوئے ہوں۔ خوشیوں کی معراج گویا انہیں حاصل ہو گئی تھی۔

ابا جان مجھے اکثر فرمایا کرتے کہ اپنی نمازوں میں، اپنی دعاؤں میں، سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحبؓ سیٹھ محمد صدیق صاحب بانیؓ اور مکرم و محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ہمیشہ یاد رکھوں۔ ان کے لئے بے حد دعائیں کیا کروں کہ ان بزرگوں کے ہم پر، ہمارے خاندان پر بڑے احسانات ہیں۔ مومن کی شان نہیں کہ وہ اپنے محسنوں کو بھول جائے۔ اپنے بچوں کو اپنے بھائی بہنوں کو بھی نصیحت کرنا کہ وہ ان بزرگوں

(باقی صفحہ ۷ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفضل کی اشاعت پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ ہزار تک پہنچائیے!

کوئی کام ناممکن نہیں

ہمارے پیارے آقا نے الفضل کی اشاعت پندرہ بیس ہزار تک لے جانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ بظاہر یہ ایک ناممکن حد تک مشکل کام دکھائی دیتا ہے۔ مگر جب حضور ایدہ اللہ کی دعائیں ساتھ ہوں تو کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔

تمام عہدیداران جماعت اس نظریہ کے تحت کام کریں تو الفضل کی اشاعت حضور کی منشاء مبارک تک بڑھ سکتی ہے۔

احباب کرام و عہدیداران جماعت خصوصی توجہ فرمائیں!

(مینیجر الفضل)

(بقیہ اداریہ صفحہ ۲)

قتل ہو جاؤں اور ان کے لئے میدان خالی ہو جائے۔ لیکن ان کی کوششوں کا انجام صرف ذلت اور محرومی ہو؟ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے اور میرے رب نے ہر موقعہ پر میری نصرت فرمائی اور ظالموں کو ذلیل کیا، کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔۔۔۔"

خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے بموجب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا دیا اور اب کوئی براعظم ایسا نہیں جہاں جماعت احمدیہ موجود نہ ہو اور اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کے عظیم جہاد میں مصروف نہ ہو اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ جماعت احمدیہ میں داخل نہ ہو رہے ہوں۔ وہ جو اکیلا تھا اب ایک کروڑ ہو چکا ہے۔ آسمانی نشانوں کا وہ سلسلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے شروع ہوا تھا مسلسل جاری ہے اور اس کے نتیجہ میں ہر قوم اور ہر ملک کی سعید روحیں حق کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں۔ ان کے کھنچے چلے آنے کا یہ سلسلہ بڑھتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسلام ساری دنیا غالب آئے بغیر نہیں رہے گا۔ یہ نشان زبان حال سے آج بھی دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔

لجنہ اماء اللہ ربوہ کا جلسہ یوم مسیح موعود

۲۴ مارچ بروز ہفتہ بوقت ۴½ بجے شام لجنہ مقامی ربوہ کے تحت جلسہ یوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت اہتمام سے منعقد کیا گیا۔ یہ جلسہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیر صدارت ہوا۔

کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرمہ آمینہ مرزا صاحبہ نے کی بعد ازاں مکرمہ مبشرہ فردوس صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا پاکیزہ کلام

"ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے"

خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ مقررات نے اس دن کی اہمیت، حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے مکرمہ امۃ الرفیق لبنیٰ صاحبہ نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد راشدہ کوثر صاحبہ، نصرت جہاں نبیلہ صاحبہ، ساجدہ طہرین صاحبہ نے تقریریں کیں۔

تقاریر کے دوران وقفہ وقفہ سے نظمیں پڑھی گئیں جن میں عربی قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"یا عین فیض اللہ والعرفان"

طاہرہ صدیقہ صاحبہ نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔ اس کے علاوہ امۃ النور ساجدہ صاحبہ اور جمیلہ بیگم صاحبہ نے بھی خوش الحانی سے نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ نے اپنی نظم سنائی جس میں صداقت حضرت مسیح موعودؑ پر مشتمل پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر تھا۔ آخر میں حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حضرت مسیح موعود اور تائیدات الٰہیہ کے موضوع پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی۔

جلسہ کا اختتام دعا پر ہوا جو کہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ نے کروائی۔ اس جلسہ میں حاضری کم و بیش ۴۳۷۵ کے قریب تھی۔

(سیکرٹری اصلاح و ارشاد)

(اخبار احمدیہ (بقیہ صفحہ اول))

ان کے لئے فوری روپیہ کی ضرورت ہے۔ اخراجات شروع ہو چکے ہیں اور وصولی کی وہ رفتار نہیں۔ وصولی کے اعداد و شمار بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ امسال ربوہ تمام دنیا کی جماعتوں میں اوّل آیا ہے۔ لیکن ربوہ کی ایک کمی بھی ہے کہ اس کا وعدہ مجموعی طور پر بہت کم ہے۔

حضور نے فرمایا۔ یہ جو کمی ہے اس کو چار سال میں نہیں بلکہ اللہ آپ کو توفیق دے تو سال دو سال میں ہی پوری کر دیں۔ آپ جتنا دیتے چلے جائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق بڑھاتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

-O-

(بقیہ صفحہ ۶)

کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں۔

میں اپنے تمام بزرگوں سے، احباب جماعت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے پیارے ابا جان کے مراتب میں ہر آن ہر گھڑی اضافہ فرمائے آمین۔ اور ان کے بچوں کو توفیق بخشے کہ وہ اپنے ابا جان اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں، ان کا نام روشن کریں ثم آمین یا قدیر و یا کریم۔

درخواست ہائے دعا

- برادرم بشارت احمد صاحب ایک مقدمہ کی وجہ سے پریشان ہیں۔
(ناصر احمد کارکن دفتر الفضل ربوہ)
- مکرم محمد سعید صاحب اور اہلیہ شمس الدین صاحب بیمار ہیں۔ نیز خاکسار کی دادی بھی شدید بیمار ہیں۔
(عبدالحمید۔ خلیل آباد کالونی کوٹلی)
- مکرم ڈاکٹر فقیر محمد صاحب محمود بعارضہ دل بیمار ہیں اور حیدر آباد میں زیر علاج ہیں۔
- برادرم محمود احمد طاہر کارکن خلافت لائبریری کا گلے کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔ کمزوری "حال" ہے۔
(شفیق الرحمٰن اطہر متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ)
- مکرم ناظم الدین صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ دہلی گیٹ لاہور کا گلے کا آپریشن ہو گیا ہے
(محمد اسحٰق ناصر۔ لاہور)
- ہمارے عزیزان اور والد صاحب بعض مشکلات میں ہیں۔ خدا کے فضل سے کسی حد تک مصائب سے رہائی مل گئی ہے۔ کچھ مشکلات باقی ہیں۔
(خالد محمود ابن چوہدری محمد اعظم سمبڑیال)

احباب ان سب کے لئے دعا کریں

یوم تحریک جدید ۶ اپریل ۱۹۸۴ء
شہادت ۱۳۶۳ ہش
(وکالت مال اوّل)

ادائیگی زکوٰۃ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اموال کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے (ناظر بیت المال آمد)

امریکہ میں پانچ نئی مساجد اور مشنز فنڈ کیلئے

ایمان افروز قربانی

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امیر و مبلغ انچارج امریکہ کا دورہ کیلئے فورنیا نہایت کامیاب رہا ہے جس میں انہوں نے نہ صرف تربیتی امور تبلیغی امور اور انتظامی امور کے لئے ہدایات دیں بلکہ حضور ایدہ اللہ کی تحریک برائے قیام پانچ نئی مساجد و مشن ہاؤسز کے لئے احباب کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مزید قربانی پیش کرنے کے لئے تحریک فرمائی۔ چنانچہ احباب نے بڑے اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے وعدوں میں اضافہ کیا ہے۔

ایک مخلص دوست ملک مظفر احمد صاحب لاس اینجلز نے اپنا وعدہ چار گنا کرتے ہوئے اڑھائی ہزار سے بڑھا کر دس ہزار ڈالر کر دیا۔ ایک مخلص خاتون محترمہ عزیزہ صاحبہ (بنت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) اہلیہ ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب نے اپنی چھ عدد سونے کی چوڑیاں پیش کر دیں اور مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب نے اپنا وعدہ پچیس ہزار ڈالر سے بڑھا کر پچاس ہزار ڈالر کر دیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ ان سب مخلصین کی قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے ان کے اموال و نفوس میں بے حد برکت ڈالے اور ان کے جذبۂ خدمت و قربانی کو بڑھاتا چلا جائے۔ ان سے راضی ہو اور یہ اپنے رب سے راضی رہیں۔

(وکیل المال (ثانی) تحریک جدید)

"دلائلِ قاطعہ" کی قیمت

الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۸۴ء میں مکرم مولوی عبدالرحمان صاحب مبشر کی کتاب "دلائلِ قاطعہ" پر جو تبصرہ شائع ہوا ہے اس میں کتاب کی قیمت غلطی سے ۳۵/- روپے لکھی گئی ہے۔ کتاب کی قیمت ۴۵/- روپے ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔

(ادارہ)

حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"پیغمبر خدا جو ستر بار استغفار کرتے تھے حالانکہ ایک دفعہ کے استغفار سے گذشتہ گناہ معاف ہو سکتے تھے پس اس سے ثابت ہے کہ استغفار کے یہ معنے ہیں کہ خدا آئندہ ہر ایک غفلت اور گناہ کو دبائے رکھے۔ اس کا صدور بالکل نہ ہو۔"

(البدر ۱۹ جون ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۶۹)

اکسیر اپھارہ

شفتل اور برسیم سے ہونے والا جانوروں کا اپھارہ منٹوں میں غائب۔
قیمت فی پیکٹ ۳/- روپے درجن ۲۷/- گروس ۳۰۲/-
بونس علاوہ۔
تفصیلات کے لئے کیوریٹو وٹرنری گائیڈ ۲ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر حاصل کریں۔
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو)
کمپنی رجسٹرڈ ربوہ - فون: 606/607

اکسیر سرکن

جانوروں کا پیشاب کے ساتھ خون آنا۔
فی پیکٹ -/۳، درجن -/۲۷
گروس ۳۰۲/۴۰
بونس علاوہ: تفصیلات کے لئے
کیوریٹو وٹرنری گائیڈ
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو)
کمپنی رجسٹرڈ ربوہ فون ۶۰۶/۶۰۷

حضرت حکیم نظام جان کے فرزند اور جانشین
حکیم انوار احمد جان
۵-۶-۷ اپریل
دواخانہ حکیم نظام جان چوک اقصیٰ ربوہ
میں مطب فرمائیں گے!
مینیجر دواخانہ حکیم نظام جان
کالج روڈ چوک اقصیٰ ربوہ فون: ۵۵۸

قابلِ تقلید ٭ نمایاں قربانی

اللہ تعالیٰ نے جماعت کو کیسے کیسے مخلصین عطا فرمائے ہیں۔ اس کی ایک مثال کینیڈا کے مخلص دوست مکرم حبیب اللہ طارق صاحب کی ہے جنہوں نے خدا کے فضل سے نہ صرف خود تحریک جدید کے معاونین خصوصی کی صف اوّل میں شمولیت کی سعادت حاصل کی ہے بلکہ اپنے گھر کے دوسرے تمام افراد حتیٰ کہ اپنی نوزائیدہ بچی کو بھی صف اوّل میں شامل کرنے کی توفیق پائی ہے اور -/۲۲۰۰ ڈالرز کا وعدہ اپنے امام کے حضور پیش کیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مکرم حبیب اللہ طارق صاحب خود	۳۸۰-- ڈالر
۲۔ محترمہ والدہ صاحبہ حبیب اللہ طارق (قیصرہ ملک)	۲۶۵ "
۳۔ " اہلیہ صاحبہ " " (نبیلہ طارق)	۲۶۵ "
۴۔ دختر بعمر ایک ماہ۔	۳۶۰ "
۵۔ " عائشہ صدیقہ۔	۲۶۵ "
۶۔ مکرم ندیم کامران ملک صاحب (برادر)	۲۶۵ "
میزان	۲۲۰۰ "

احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے اموال و نفوس میں بے حد برکت ڈالے اور اپنے فضل خاص سے ان کو نوازے۔ انہیں دائمی خوشیاں عطا کرے۔ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور آئندہ بیش از پیش قربانیوں کی توفیق دیتا چلا جائے۔

(وکیل المال (ثانی) تحریک جدید)

اعلانِ نکاح

عزیزم رشید احمد سلمہ کا نکاح ۲۵ ہزار روپیہ حق مہر پر عزیزہ امۃ النصیر سلمہا بنت مکرم چوہدری عمر دین صاحب مرحوم کے ساتھ مورخہ ۲۳ مارچ ۸۴ء مکرم مرزا رشید احمد صاحب جنجوعہ نے مسجد احمد ناصر آباد ربوہ میں پڑھا۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(اللہ دتہ مبشر
معلم وقف جدید ربوہ)

اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ
تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں
(حدیث النبی)

زرعی اراضی کاشت پر

• ساڑھے آٹھ ایکڑ ربوہ سے ملحق سبزیات اور چارہ کے لئے نہایت موزوں۔
• بجلی کا ٹیوب ویل • مرکز سے قریب ترین رہ کر ٹھیکہ یا حصہ داری پر کاشت کا موقع۔ خود ملیں!
بشیر احمد ایڈووکیٹ چوک مسجد لطیف دارالصدر شمالی

پک اینڈ پے
PICK AND PAY
بہت جلد افتتاح
محمود احمد کھوکھر

ہمیں اپنے ممتاز فرج اینڈ ٹی۔وی۔ سنٹر کے لئے دو تجربہ کار ریکروٹوں کی ضرورت ہے اپنے احباب کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ حسب لیاقت ہوگی۔
المشتہر غلام سرور ناصر
ممتاز فرج اینڈ ٹی۔وی سنٹر ڈیرہ غازیخان

ضروری اطلاع

اقصیٰ چوک ربوہ میں حضرت حکیم نظام جان مرحوم کے مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ) پر حکیم محمود احمد صاحب باقاعدگی سے خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں:
زیر نگرانی:
حکیم عبدالحمید ابن حکیم نظام جان

Digitized by Khilafat Library Rabwah